36

قرآن کریم پڑھنے کی ہدایت

(فرمودہ ۲۸ مارچ ۱۹۱۹ء)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

"دنیا میں بہترین چیزوں میں سے اور نہایت ہی کارآمد اشیاء میں سے ایک ہدایت ہے صراط مستقیم کی ہدایت ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ کونسا کام ہے جو بغیر صحیح ذرائع کے ہوسکتا ہے۔ کوئی بھی نہیں۔ خواہ کام چھوٹے سے چھوٹا کیوں نہ ہو۔ بغیر صحیح ذرائع کے انجام نہیں پا سکتا۔ مثلاً روٹی کھانا بہ لحاظ اس کے کہ انسان اس کے کھانے کے لیے ہر روز مجبور ہے کس قدر چھوٹا کام ہے مگر غور کرو جب تک انسان لقمہ منہ میں نہیں ڈالے گا کیسے کھائے گا۔ بات تو معمولی سی ہے مگر ہوگی اسی طریق سے۔ جو خدا نے اس کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ اسی طرح علم ہے علم کے سیکھنے کے لیے قواعد ہیں اگر ان قواعد کو استعمال نہ کیا جائے۔ تو کوئی علم حاصل نہیں ہوسکتا۔ بہت لوگ ہیں جو راتوں کو جاگتے اور پڑھتے ہیں۔ مگر جس طریق سے یا جن کتابوں کے پڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے ان کو نہیں پڑھتے اس لیے علوم میں ترقی نہیں کرسکتے۔ بعض لڑکے ہر وقت کتاب ہاتھ میں لیے نظر آتے ہیں۔ مگر جب امتحان ہوتا ہے تو فیل ہوجاتے ہیں۔ بعض لوگ خیال کرتے ہونگے کہ یہ تو بڑی محنت کرنے والے طالبعلم تھے۔ پھر کیوں فیل ہوتے۔ مگر اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ کتاب کے ساتھ ناول بھی رکھتے ہیں۔ جب پڑھنے بیٹھے تو کہا چلو ڈو ایک صفحہ اس کے بھی پڑھ لیں۔ اسی طرح دو دو صفحہ میں ان کا سال تمام ہوجاتا ہے اور وہ امتحان میں ناکام ہوجاتے ہیں۔

تو جب تک صحیح ذرائع نہ ہوں کامیابی نہیں ہوسکتی۔ جو بڑے بڑے امور ہیں۔ ان کے لیے اس سے بھی زیادہ صحیح ذرائع کے استعمال کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس جب تک صراط مستقیم کی ہدایت نہ ہو کچھ بھی نہیں حاصل ہوسکتا۔ کجا یہ کہ تقویٰ و طہارت نصیب ہو یہ تو بڑی باتیں ہیں ان کیلئے تو اور زیادہ

صراط مستقیم کی ہدایت اور احتیاط کی ضرورت ہے۔ لیکن ان کے لیے خود صراط مستقیم انسان نہیں تجویز کر سکتا۔
دُنیا میں اور علوم کے لیے کچھ کر سکتا ہے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ ایک کے لیے دوسرا ذریعہ بن جاتے اور دوسرا
اسے کوئی مفید بات بتا دے۔ خود ان علوم میں بھی۔ انسان اپنے لیے آپ طریق ایجاد نہیں کر سکتا۔ مثلاً جو انسان
عربی یا انگریزی پڑھنا چاہے وہ خود کہاں انگریزی کا کورس یا عربی کا نصاب تجویز کر سکتا ہے۔ دوسرے
جنہوں نے ان علوم کو پڑھا ہوا ہوتا ہے وہ کچھ بتا دیتے ہیں۔ تو ان علوم میں ایک انسان دوسرے کے
لیے ذریعہ ہدایت ہو سکتا ہے۔ لیکن خدا کی رضا انسان نہ خود معلوم کر سکتا ہے اور نہ دوسرا انسان اس کے
حاصل کرنے کا بطور خود طریق بتا سکتا ہے۔ یہ تو خدا کی رضا ہے میں کہتا ہوں انسان انسان کی رضا خود نہیں
معلوم کر سکتا۔ جب تک وہ خود نہ بتائے۔ بہت دفعہ جب بچہ روتا ہے تو ماں چُپ کرانے کے لیے اسے
پانی دیتی ہے۔ اس پر چپ نہیں ہوتا تو دودھ دیتی ہے اس کو بھی جھٹک دیتا ہے۔ تو کوئی اور چیز دیتی
ہے۔ مگر پھر بھی وہ خاموش نہیں ہوتا۔ روتے روتے سو جاتا ہے۔ یا ایسا ہوتا ہے کہ بیسیوں غلطیوں کے
بعد کچھ پتہ لگتا ہے کہ فلاں وجہ سے روتا ہے۔

پس جب اپنے ہم جنس کا عندیہ معلوم کرنا آسان نہیں تو خدا تعالیٰ کی رضا کا از خود معلوم کرنا ممکن نہیں
ہاں جب خدا تعالیٰ بتا دے کہ میرا یہ منشاء اور یہ عندیہ ہے تو پتہ لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے
اپنی رضامندی کو بتا دیا ہے اور وہ قرآن کریم میں مسطور ہے اور جیسے ہر چیز کے حصول کے لیے صراطِ
مستقیم کی ضرورت ہے۔ ویسے ہی خدا کی رضا کے لیے حصول کے لیے بھی ہے قرآن کریم کے
ابتداء میں ہی انسان ہدایت طلب کرتا ہے اور کہتا ہے اھدنا الصراط المستقیم وہ
خدا سے سیدھے رستہ کی ہدایت چاہتا ہے۔ جھٹ اس کو جواب ملتا ہے الم ذالک الکتاب
کہ یہ رستہ ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے فضل سے اپنی رضامندی حاصل کرنیکا طریق بتا دیا ہے۔ اب
خود اس کے لیے کوئی نصاب تیار کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور نہ ضرورت ہے کہ لوگوں سے معلوم کریں۔
ہاں ضرورت ہے کہ ان اشارات اور رموز کو جو اس رستہ میں موجود ہیں۔ دوسرے واقفوں سے سمجھ لیں۔
اب رستہ کے متعلق یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں کہ کس رستہ پر چلیں۔ اب تو اس رستہ کے حالات دریافت
کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم میں وہ ذریعہ موجود ہے جس سے ہم اللہ تعالیٰ کو پا سکتے ہیں اور اس
کی رضا کو حاصل کر سکتے ہیں۔ اور یہ وہ چیز ہے جس سے ہمیں تمام قرب الٰہی کی راہیں معلوم ہو سکتی ہیں
پس یہی ایک ذریعہ ہے جس سے خدا ملتا ہے اور اس کے سوا اور کوئی رستہ نہیں ہے جس پر قدم مار کر ہم خُدا

تک پہنچ سکیں۔

یہ سچ ہے کہ خدا تک پہنچنے کے کئی رستہ ہیں۔ کیونکہ خدا لامحدود ہے اور وہ چونکہ لامحدود ہے اس لیے اس کے پانے کے رستہ بھی غیر محدود ہی ہیں۔ پھر اس کا عرفان بھی غیر محدود ہے۔ اس لیے اس کے لیے کوشش بھی غیر محدود کی ہی ضرورت ہے۔ ایک چھوٹی سی چیز کا نظر آسانی سے احاطہ کر لیتی ہے لیکن جو چیز بڑی ہو اس کا احاطہ نظر جھٹ پٹ نہیں کر سکے گی۔ بلکہ اس کے لیے بڑی کوشش اور سعی کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً ایک وسیع سمندر ہے اس کے لیے نظر کو بہت زیادہ وسیع کرنا پڑیگا اور بڑی کوشش اور محنت کے بعد اس کا احاطہ ہو سکے گا پس جو چیز غیر محدود ہو اس کے حاصل کرنے کے لیے غیر محدود وقت اور غیر محدود کوشش کی ضرورت ہوتی ہے اور چونکہ خدا تعالیٰ کی معرفت کی کوئی حد بندی نہیں ہے اس لیے اس کے لیے جسقدر کوشش کی ضرورت ہے۔ وہ کبھی ختم نہیں ہوتی۔ اور جس قدر ذرائع اس کے حصول کے ہیں وہ سب قرآن کریم میں درج ہیں۔ اس کے باہر کوئی نہیں ہے۔ مگر افسوس کہ بہت ہیں۔ جو ادھر توجہ نہیں کرتے۔ زید و بکر کے اقوال کی طرف توجہ کرتے ہیں مگر قرآن کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

میں آپ لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ آپ لوگ اپنی کوششوں کو قرآن کریم سمجھنے میں صرف کریں۔ کبھی نہ سمجھو کہ تم نے قرآن کریم کو سمجھ لیا۔ وہ لوگ جھوٹے ہیں۔ غلط کہتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے قرآن کو پڑھ لیا اور اس کے معارف پر احاطہ کر لیا۔ اب انھیں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بالکل غلط ہے قرآن کو کوئی ایسا نہیں پڑھ سکتا کہ پھر اسے پڑھنے کی ضرورت نہ رہے۔ کیونکہ جتنا کوئی اس کو پڑھتا ہے۔ اتنا ہی بڑھتا جاتا ہے۔ قرآن محدود نہیں ہے کہ اس کو کوئی پڑھ لے ہاں اس کے الفاظ محدود ہیں۔ یہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس نے الفاظ کو پڑھ لیا۔ مگر قرآن کو نہیں پڑھ لیا۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ اس نے سورۃ فاتحہ کو پڑھ لیا۔ تو اس کے یہ معنی ہوتے کہ اس نے الٓ سے لیکر ولا الضالین تک کے حروف و الفاظ کو پڑھ لیا۔ باقی رہا یہ کہ اس کے اندر جو علوم اور حکمتیں اور معارف ہیں وہ بھی اس نے ختم کر لیے۔ یہ درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان تمام علوم کو جو اس کے اندر ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ختم نہیں کر سکے۔ مسیح موعودؑ بھی ختم نہیں کر سکے اگر انھوں نے ختم کر لیا ہوتا تو کیا ضرورت تھی کہ ہر نماز میں یہ پڑھتے کہ اھدنا الصراط المستقیم وہ جوں جوں پڑھتے تھے اسی قدر اس کے معارف و مطالب اور وسیع ہوتے چلے جاتے تھے اگر ان پر اس کے علوم ختم ہو گئے تھے۔ تو اس دعا کے پڑھنے کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ کھائی ہوئی روٹی کو دوبارہ کھایا جاتا۔ اور نہ پیئے ہوئے پانی کو دوبارہ پیا جاتا ہے۔ ہر بار نئی روٹی کھائی اور نیا پانی پیا جاتا ہے۔ اسی طرح قرآن جو روحانی غذا ہے۔ یہ بھی ہر بار نیا ہوتا ہے۔ اگر کوئی

یہ خیال کرتا ہے کہ اس نے ایک دفعہ پڑھ کر مثلاً سورۃ فاتحہ کے تمام مطالب کا احاطہ کر لیا ہے اور اسکے لیے دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں تو وہ غلط کہتا ہے۔

یاد رکھو کہ ہر ایک کلام کے متعلق یہ بات ہے کہ جوں جوں انسان اس کے متعلق مشق کرتا ہے اس کا دماغ جلا پاتا جاتا ہے۔ پس اسی طرح جب انسان قرآن کے علوم پر غور کرتا ہے تو ہر دفعہ نئے علوم اس کو عطا ہوتے ہیں۔ اس لیے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس نے قرآن کے علوم کو ختم کر لیا۔ حتیٰ کہ سب سے بڑے قرآن کے جاننے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں کہہ سکتے کہ آپؐ نے قرآن کے علوم کو ختم کر لیا۔ کیا جو لوگ جنت میں داخل ہو گئے ان کے لیے مدارج ختم ہو گئے۔ نہیں ان کے مدراج بھی ترقی کر رہے ہیں آنحضرتؐ کے مدارج میں بھی ترقی ہو رہی ہے۔ اگر آپ کے مدارج ختم ہو جاتے تو یہ درود کیوں سکھایا جاتا اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم و علیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید اور پھر اگر آپ کے لیے تمام ترقیات ختم ہو گئی تھیں تو یہ دُعا سکھانے کی کیا ضرورت تھی۔ اللھم بارک علیٰ محمد و علیٰ اٰل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم و علیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید۔ مومن یہ اسی لیے پڑھتا ہے۔ تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس قدر مدارج حاصل ہو چکے ہیں ان میں اور زیادتی ہو۔ پس آپ کے مدارج بڑھ رہے ہیں۔ اس لیے آپ پر بھی علوم ختم نہیں ہوئے۔

جن معنوں میں قرآن کا ختم ہو جانا کہا جاتا ہے اس کا یہی مطلب کہ حروف و الفاظ کو ختم کر لیا۔ یہ مت کہو اور ہرگز مت سمجھو کہ قرآنی علوم کو ختم کر لیا۔

جب تم اپنے دل میں یہ خیال کر کے قرآن کریم کو پڑھو گے کہ تم نے ابھی اس کو ختم نہیں کیا اور یہ کہ اس کے علوم لامحدود ہیں۔ اگر کوشش کریں گے تو نئے نئے علوم حاصل ہونگے۔ تو اس وقت دیکھو گے کہ ہر بار نئے علوم اور نئے معارف تمہیں حاصل ہونگے۔ مگر جو انسان یہ خیال کرے کہ جو کچھ اس نے کرنا تھا۔ وہ کر چکا وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا، لیکن جو خیال کریگا اور جانے گا کہ ابھی اس نے بہت کم کیا ہے اور بہت زیادہ کرنا ہے وہ بہت کچھ کر لیگا۔

دنیا میں دیکھو جن لوگوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ بس دُنیا اس سے زیادہ نہیں جس قدر ہمیں معلوم ہے۔ وہ اس سے زیادہ معلوم نہ کر سکے۔ مگر جن کو کسی طریق سے پتہ لگ گیا کہ زمین بھی نہیں جو ہمیں معلوم ہے انھوں نے اور بھی بہت سی زمین کا پتہ لگا لیا۔ اور کئی جزیروں کا ان کو علم ہو گیا۔ پس اسی طرح جو سمجھتا ہے، کہ اس نے علوم کو ختم کر لیا ہے وہ ترقی نہیں کر سکتا اور جو ابھی اپنے آپ کو محتاج جانتا ہے اور سمجھتا ہے

کہ ابھی اس نے علوم کو ختم نہیں کیا۔ اس کے لیے اور علوم کھولے جاتے ہیں۔

پس کوئی نہیں جو قرآن کے علوم کو ختم کر سکے اس میں وہ علوم ہیں جو یہاں بھی کام آتے ہیں اور اگلے جہاں میں بھی کام آئیں گے۔ یہ ایسی عظیم الشان کتاب ہے۔ کہ اس میں انسان کی ہر حالت کے متعلق ہدایتیں ہیں اگرچہ اس کے الفاظ مختصر ہیں مگر معانی و مطالب اس قدر وسیع ہیں کہ جن کی کوئی حد نہیں جو اس خیال سے اس کا پڑھنا ترک کر دیتا ہے کہ جو کچھ اس نے پڑھنا تھا پڑھ چکا۔ وہ غلطی پر ہے کیونکہ درحقیقت وہ قرآن کو نہیں پڑھ چکا چونکہ درحقیقت اس میں وہ ہدایتیں ہیں جو انسان کی ہر حالت کے متعلق ہیں۔ اور انسان کی حالت ہر وقت بدلتی رہتی ہے۔ اس لیے ہر وقت اس کا پڑھنا ضروری ہے۔

پس میں اپنی جماعت کے لوگوں کو قرآن کریم کے پڑھنے میں کوشش کریں۔ اور ان کو ایسے ایسے معارف ملیں گے کہ ان کی روحیں ان کی لذت کو محسوس کریں گی اور ان کو معلوم ہوگا کہ وہ ایسے سمندر میں سے جواہر نکال رہے ہیں جس کے جواہرات کا کبھی خاتمہ نہیں ہو سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعودؑ نے جو گر بتائے ہیں اگر انسان ان کو مدنظر رکھے تو وہ ان علوم سے حصہ پا سکتا ہے مگر لوگ الفاظ کی طرف چلے جاتے ہیں اور معانی کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے روزانہ قرآن کریم کا درس جاری فرمایا تھا۔ ان کی تڑپ ایک خاص رنگ اور امتیاز رکھتی تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ صحابہ کا دستور تھا کہ ہفتہ میں ایک دن یا دو دن قرآن کا درس دیتے تھے۔ مگر میرا جی چاہتا ہے کہ ہر وقت قرآن سمجھاتا رہوں اس کا ایک یہ تو فائدہ ہوا کہ بہت سے لوگوں نے اس درس سے فائدہ اُٹھایا۔ اور ایسا سمجھا کہ وہ دوسروں کو سمجھانے کے قابل ہو گئے مگر جس بات سے آپ ڈرایا کرتے تھے وہ اب پیدا ہو گئی ہے اور وہ یہ کہ جو لوگ عادت کے طور پر وعظ سنتے ہیں۔ انھیں اگر وعظ سننے کا موقعہ نہ ملے تو اپنی حالت پر قائم نہیں رہتے۔

بات یہ ہے کہ جن طلباء کو ہر وقت اُستاد کی نگرانی اور سہارے کی عادت ہو جاتی ہے۔ ان کی حالت ایسی ہو جاتی ہے جیسی نشہ کے عادی کی ہوتی ہے کہ اگر نشہ نہ ملے تو اعضاء شکنی شروع ہو جاتی ہے۔ یہی حالت علوم کے نشہ کی ہوتی ہے۔ اگر ان کو وہ نشہ ملتا رہے۔ تو ان کی حالت درست رہتی ہے اور اگر کسی وجہ سے وہ غذا نہ ملے تو پھر اعضاء شکنی شروع ہو جاتی ہے اور کسل اور سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ جن کو علوم کی غذا کی عادت ہو جاتے انھیں اپنے نفس پر زور دینے کی عادت کم ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے بہت سے نقص پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً میری پچھلے دنوں کی بیماری میں جبکہ میں درس نہ دے

سکا۔ تو ایسی باتیں یہاں کے لوگوں میں پیدا ہوگئیں جو پیدا نہیں ہونی چاہئیں تھیں۔

ان لوگوں کی حالت اس لیے ہوگئی کہ وہ روزانہ رُوحانی غذا کے نہ ملنے کی وجہ سے اپنی حالت پر قائم نہ رہ سکے۔ کیونکہ وہ تو سہارے کے محتاج ہوگئے تھے۔

اب یہاں ایک غور طلب سوال پیدا ہوگیا ہے۔ جو یہ ہے کہ قادیان کی مرکزی حیثیت تو چاہتی ہے کہ یہاں روزانہ تعلیم کا سلسلہ جاری رہے۔ کیونکہ مہمان روزانہ باہر سے آتے رہتے ہیں۔ ان کی حالت متقاضی ہوتی ہے کہ روزانہ درس تدریس کا سلسلہ جاری رہے مگر اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہاں کے لوگ اس کے عادی ہوجاتے ہیں اور عادت کے باعث اگر کچھ دنوں کے لیے یہ سلسلہ رُک جاتے تو ان سے بعض میں کمزوری پیدا ہونی شروع ہوجاتی ہے۔ پس چونکہ قادیان کی مرکزی حیثیت سے باہر والوں کے لیے روزانہ درس کی ضرورت ہے اور یہاں کے لوگوں کے لیے روزانہ درس بطور عادت ہوجاتا ہے اس لیے اب درس کا سوال بہت اہم ہوگیا ہے۔

میرے نزدیک یہ بات ضروری ہے کہ ہمیشہ درس جاری رہے اور مہمانوں کی ضروریات مقدم ہوں۔ اور وہ لوگ جن کے لیے روزانہ درس بطور عادت ہوگیا ہے اور جو اگر درس نہ ہو تو ٹھوکریں کھاتے ہیں انھیں مَیں ایک نصیحت کرتا ہوں۔ کیونکہ درس میں کبھی روکاوٹ بھی پیدا ہونا ہوتی کیونکہ بشریت ہر ایک شخص کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ بیماریاں بھی آتی ہیں اور بھی مجبوریاں ہوتی ہیں پس میرے نزدیک وہ لوگ جو روزانہ درس سنتے ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ وہ عادت کے طور پر اسے نہ سُنیں بلکہ اپنا روزانہ محاسبہ بھی ساتھ جاری رکھیں۔ جن لوگوں کو عادت ہوجاتی ہے۔ وہ واقعی ابتلاء میں پڑتے ہیں، لیکن اگر وہ محاسبہ جاری رکھیں گے تو ٹھوکروں سے بچ جائیں گے۔ دیکھا جاتا ہے کہ جن لوگوں کو کسی حرکت کی عادت ہوجاتی ہے۔ وہ ہر وقت ان سے سرزد ہوتی رہتی ہے۔ مثلاً بعض لوگوں کو ناک ہلانے کی عادت ہوتی ہے۔ بعض کو خاص طور پر ہاتھ ہلانے کی عادت ہوتی ہے۔ وہ اسی طرح ہوجاتی ہے کہ بغیر جانے کے وہ یہ حرکت شروع کر دیتے ہیں، لیکن اگر کوئی شخص جان کر کسی کام کے لیے ہزار بار بھی کوئی حرکت کرے تو وہ اس کی عادت میں داخل نہیں ہوگی۔

ایک دوست جو پُرانے مخلص ہیں ان کو دیکھا ہے کہ ان کی انگلیاں ہلتی رہتی ہیں ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ غیر احمدی ہونے کی حالت میں زیادہ تسبیح پھرانے کے باعث یہ عادت ہوگئی ہے۔ اگر تسبیح نہ بھی ہو تو بھی انگلیاں ہلتی رہتی ہیں۔ تو اس قسم کی عادت کی وجہ غفلت ہوتی ہے اور غفلت کے باعث اعصاب خود بخود حرکات کرتے رہتے ہیں پس وہ لوگ جو روزانہ درسوں میں شامل ہوں وہ بطور

عادت کے شامل نہ ہوں۔ بلکہ ہر روز یہ نیت لیکر آیا کریں کہ ہمیں کچھ سیکھنا ہے۔ اگر وہ روزانہ اس نیت سے شامل ہونگے اور بغور سُنیں گے تو انشاء اللہ ان کے لیے بہت مفید ہوگا۔

اس بیماری کے دوران میں یہ نقص بھی سمجھ آگیا۔ ورنہ جب حضرت مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے۔ تب یہ بات خیال میں بھی نہیں آتی تھی کہ روزانہ درس کے باعث بعض نقص بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔

اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری صحت پہلے سے بہت اچھی ہے اور ارادہ ہے کہ درس جاری کردوں۔ مگر چونکہ ابھی صحت پورے طور پر اچھی نہیں ہوئی۔ اس لیے ارادہ ہے کہ ہفتہ میں تین دن درس ہوا کرے اور انشاء اللہ اسی ہفتہ سے شروع کردونگا۔ ہفتہ کا دن چونکہ جمعہ کے قریب ہوتا ہے۔ اس لیے یہ مستورات کے لیے، کیونکہ وہ اس کو یاد رکھ سکتی ہیں اور پیر اور بُدھ کے دو دن مردوں کے لیے ہونگے۔ اگر اللہ تعالیٰ توفیق دیگا تو اس کو بڑھایا بھی جا سکے گا۔"

(الفضل ۸ر اپریل ۱۹۱۹ء)